POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 24-25 June 2025, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages
8

HAMARI
ZABAN
(Weekly)

ہفت روزہ
ہماری زبان
اشاعت کا 86 واں سال

یکم تا ۷ جولائی ۲۰۲۵ء • شمارہ: ۲۵ • جلد: ۸۴
Date of Publication: 23-06-2025 • Price: 5/- • 1-7 July 2025 • Issue: 25 • Vol:84

خواجہ الطاف حسین حالؔی اور تعلیمِ نسواں

ضیاء الرحمٰن صدیقی

خواجہ الطاف حسین حالؔی کو عام طور پر بحیثیت شاعر، نقاد، سوانح نگار اور سماجی مصلح تسلیم کیا جاتا ہے، لیکن حالؔی کی شاعری کے جس قدر پہلو اور جہتیں اردو شعر و ادب کا حصہ ہیں اُن میں سب سے اہم پہلو اُن کی شاعری میں تحریکِ تعلیمِ نسواں اور مساواتِ نسواں کا تصور ہے۔ حالؔی اردو کا پہلا Feminist شاعر ہے جس نے اردو شاعری میں پہلی بار فیمینزم کا نظریہ پیش کیا۔ تحریکِ تعلیمِ نسواں اور مساواتِ نسواں کے علمبردار کی حیثیت سے اپنی ایک الگ پہچان بنائی اور پہلی بار اس نوع کی اصلاحی موضوع کو اپنے تخلیقی پاروں میں جگہ دی۔ غالبًا اسی لیے دورِ جدید میں حالؔی کے افکار و نظریات کا اطلاق بہت گہرا نظر آتا ہے۔

مولانا حالؔی کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ انھوں نے تاریخِ اسلام کے علاوہ عالمی سطح پر دیگر ادبیات اور مذاہب کا مطالعہ بھی بہ نظرِ غائر کیا تھا۔ حالؔی کے نظریات کو سمجھنے کے لیے اگر تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالیں اور عورت کے حوالے سے ماضی کے دریچے وا کریں تو اس ذیل میں عورت کی قدر و قیمت اور اہمیت کا تجزیہ اس طرح کیا جا سکتا ہے۔

ہندو Mytholoty کے مطابق سوم دیوتا نے اپنی ساری پاکیزگی عورت کو عطا کی، قوتِ گویائی اور مٹھاس گندھرو دیوتا نے دی، اگنی دیوتا نے عورت کو چمک دمک بخشی تاکہ یہ دنیا کی سب سے خوب صورت مخلوق بن سکے۔ علاوہ ازیں دنیا کی تمام طاقتیں عورت سے منسوب ہیں۔ مثلاً دولت کو لکشمی سے، ذہانت و ذکاوت کو سرسوتی سے اور درگا کو طاقت کی علامت کہا گیا ہے۔ مہابھارت میں عورت کو قابلِ احترام ہستی تسلیم کیا گیا ہے۔ آریہ سماج اور برہمو سماج نے بھی تعلیمِ نسواں پر زور دیا۔ عیسائی مشنریوں نے ہمیشہ Education Women میں دل چسپی لی۔ چارلیس ڈنکن نے 1854 میں اپنے ایک مشہور خط میں عورتوں کی تعلیم پر زور دیا ہے۔ عورتوں کی ترقی میں جن خواتین نے کارہائے نمایاں انجام دیے اُن میں ریکھا بائی اور رما بائی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ایشور چند ودیا ساگر نے وِدھوا آشرم کھولے، پارسیوں نے خواتین کے لیے مختلف قسم کی تعلیم فراہم کی۔ انڈین نیشنل سوشل کانفرنس نے عورتوں کی تعلیمی ترقی کے لیے مختلف اقدام کیے۔

آریوں نے پُرانوں میں عورت کا تذکرہ بڑے احترام کے ساتھ کیا ہے۔ مسلم خواتین میں عطیہ بیگم، سعیدہ بیگم اور سلطان جہاں بیگم فرماں روائے بھوپال تاریخ کے ایسے نام ہیں جنھیں مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

مسلم سلاطین نے عورت کے لیے محبت اور عزت کا اعتراف تاج محل کی شکل میں کیا۔ چودہ سو سال قبل قرآن میں سورہ نساء کے ذریعے تعلیمِ نسواں کا تصور ہم تک پہنچ چکا تھا۔ یہ تمام تاریخی شواہد و حقائق حالؔی کے پیشِ نظر تھے۔ حالؔی نے بھی اردو شاعری کے حوالے سے پہلی بار تعلیمِ نسواں اور مساواتِ نسواں کو نہ صرف اپنے فن پاروں کا موضوع بنایا بلکہ عملی طور پر بھی اس کا مثبت تصور پیش کیا۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ دنیا کی ہر زبان کی ابتدا نظم سے ہوئی، بعد ازاں نثر کا ارتقا عمل میں آیا۔ اردو زبان کے ابتدائی نمونے بھی نظم میں ملتے ہیں۔ صوفی سنتوں نے بھی اپنا پیغام نظم کے ذریعے عوام و خواص تک پہنچایا۔ مولانا حالؔی نے بھی عورتوں کے مسائل و معاملات اور ان کی طرزِ معاشرت کو نظم کے ذریعے عام کرنے کی سعی کی۔ انھوں نے شعر و ادب کو محض مسرت و انبساط کا ذریعہ تصور نہیں کیا۔ وہ مقصدیت کے قائل تھے اور شاعری کی تاثیر سے فائدہ اٹھانا ضروری سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ شاعری زندگی کو بہتر بنانے اور اعلا اقدار پیدا کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے اور دنیا میں اس سے بڑے اور عظیم کام لیے جا سکتے ہیں۔ اپنے اس خیال کی تائید میں انھوں نے کئی مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ فرانسیسی مفکر سارتر کا کہنا ہے کہ شاعری اور مصوری سے صرف لطف لیا جا سکتا ہے اس سے پیغمبری کا کام نہیں لیا جا سکتا۔ حالؔی نے سارتر کے اس نظریے کی شدت سے تردید بھی کی ہے۔

حالؔی ابنِ خلدون کی اس رائے سے بھی اختلاف کرتے ہیں کہ شاعری میں لفظ ہی سب کچھ ہے معنی کی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ اس کے برعکس حالؔی کا خیال ہے کہ شاعری میں لفظ و معنی دونوں کی یکساں اہمیت ہوتی ہے۔

مذکورہ مباحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حالؔی کا جھکاؤ ہمیشہ معنی کی طرف رہا ہے، وہ شاعری میں پیغمبری کے قائل تھے۔ حالؔی نے مختلف سطحوں پر اپنے پیغام کا بیشتر حصہ نظم کے ذریعے ہی پیش کیا۔ تعلیمِ نسواں اور مساواتِ نسواں حالؔی کا اولین پیغام تھا اور وہ اسے ایک مشن کے طور پر تصور کرتے تھے۔

حالؔی نے اپنے اس پیغام کو عام کرنے کے لیے جو تخلیقی فن پارے پیش کیے ان میں 'بیٹیوں کی نسبت'، 'مسدس حالی'، 'مناجاتِ بیوہ' اور 'چپ کی داد' قابلِ ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں 'مجالس النساء' کے نام سے حالؔی نے ایک ناول بھی لکھا تھا۔ نظم 'مناجاتِ بیوہ' میں ہندستانی سماج کی ایک بیوہ کے مسائل اور اس کی ابتر حالت کو نہایت ہی پُرسوز انداز میں پیش کیا ہے۔ اس نظم کے ذریعے انھوں نے ایک بے بس عورت کی آواز کو عوام و خواص تک پہنچانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

'چپ کی داد' حالؔی کی تخلیقی کائنات میں واحد نظم ہے جس میں انھوں نے عورت کی اہمیت اور اس کی تعلیم سے متعلق بڑی جامع اور موثر گفتگو کی ہے:

اے ماؤ! بہنو! بیٹیو! دنیا کی زینت تم سے ہے
ملکوں کی بستی ہو تمھی قوموں کی عظمت تم سے ہے
تم گھر کی ہو شہزادیاں شہروں کی ہو آبادیاں
غمگین دلوں کی شادیاں دکھ سکھ میں راحت تم سے ہے
فطرت تمھاری ہے حیا طینت میں ہے مہرِ وفا
گھٹی میں ہے صبر و رضا انساں عبارت تم سے ہے
نیکی کی تم تصویر ہو، محنت کی تم تقدیر ہو
ہو دین کی تم پاسباں ایماں سلامت تم سے ہے
تم آس ہو بیمار کی ڈھارس ہو تم بے کار کی
دولت ہو تم نادار کی عسرت میں عشرت تم سے ہے

آتی ہو اکثر بے طلب دنیا میں جب آتی ہو تم
پر موہنی سی اپنے یاں گھر گھر پہ چھا جاتی ہو تم
میکے میں سارے گھر کی تھیں گو مالک و مختار تم
پر سارے کنبے کی رہیں بچپن سے خدمت گار تم
سسرال میں پہنچیں تو واں ایک دوسرا دیکھا جہاں
جا اُتریں گویا دیس سے پردیس میں ایک بار تم
واں فکر تھی ہر دم یہی ناخوش نہ ہو تم سے کوئی
اپنے سے رنجش کی کبھی پاؤں نہ واں اتار تم

قارئین! اب 'ہماری زبان' کا مطالعہ انجمن ترقیِ اردو (ہند) کی ویب سائٹ www.atuh.org پر بھی کر سکتے ہیں جہاں اِسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

بدلے نہ شوہر کی نظر سسرے کا دل میلا نہ
آنکھوں میں ساس اور نند کے کھٹکو نہ مثلِ خار
غم کو غلط کرتی رہو سسرال میں نہیں بول کر
شربت کی گھونٹوں کی طرح پیتی رہو خونِ جگر

عورت کی اہمیت کا احساس اس طرح بھی دلاتے ہیں:

وہ دین اور دنیا کے مصلح جن کے وعظ و بند سے
ظلمت میں باطل کی ہوا، دنیا میں نورِ حق عیاں
وہ علم و حکمت کے بانی جن کی تحقیقات سے
ظاہر ہوئے عالم میں اسرارِ زمین و آسماں

مرد نیک ہو یا عورت کے ساتھ ان کا کیسا سلوک اور کس طرح کا رویہ رہتا ہے۔ حالی نے ان اشعار میں بیان کیا ہے:

کی تم نے اس دارالمحن میں جس تحمل سے گزر
زیبا ہے گر کہیے، فخر بنی نوعِ بشر
تم نے تو چین اپنے خریداروں سے بھی پایا نہ کچھ
شوہر ہوں اس میں یا پدر ہو یا ہوں برادر یا پسر
اُلفت تمھاری کر گئی گھر دل میں جس بے دید کے
وہ بدگماں تم سے رہا، اے بدنصیبو عمر بھر

حالیؔ نے جب ہوش سنبھالا تو انھیں اپنے اطراف زبوں حالی، سماجی ابتری اور بربادی کا سماں نظر آیا۔ عورتوں کی ابتر حالت سے وہ بہت مایوس ہوئے جس کا اظہار انھوں نے اس طرح کیا ہے:

گو نیک مرد اکثر تمھارے نام کے عاشق رہے
پر نیک ہوں یا بد رہے سب متفق اس رائے سے

جب تک جیو تم علم و دانش سے رہو محروم یاں
آئی ہو جیسی بے خبر ویسے ہی جاؤ بے خبر

تم اس طرح مجہول اور گمنام دنیا میں رہو
ہو تم کو دنیا کی نہ دنیا کی تمھاری ہو خبر

جو علم مردوں کے لیے سمجھا گیا آبِ حیات
ٹھہرا تمھارے حق میں وہ زہرِ ہلاہل سر بسر

آتا ہے وقت انصاف کا نزدیک ہے یوم الحساب
دنیا کو دینا ہوگا ان حق تلفیوں کا وہاں جواب

حالیؔ نے نہایت سادہ انداز اور دھیمے لہجے میں سچے اور کھرے جذبات کا اظہار کیا۔ حالیؔ نے دل کو لبھانے والی بات نہیں کی بلکہ دل میں چُبھنے والی بات کہی اور شاعری سے قوم کی اصلاح کا کام لیا۔

زمانۂ جاہلیت میں عرب میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کی رسم بہت عام تھی۔ حالیؔ کے دردمند دل نے سماج کے اس الم ناک رویّے کے اثر کو شدت سے قبول کیا اور ایک نظم 'بیٹیوں کی نسبت' کے عنوان سے قلم بند کی:

جاہلیت کے زمانے میں یہ تھی رسمِ عرب
کہ کسی گھر میں اگر ہوتی تھی پیدا دختر
سنگ دل باپ اسے گود سے لے کر ماں کی
گاڑ دیتا تھا زمیں میں پسر زندہ جا کر
ساتھ بیٹی کے مگر اب پدر و مادر بھی
زندہ در گور سدا رہتے ہیں اور خستہ جگر

حالیؔ نے اپنی زندگی کے اڑتیس برس سر سیّد کے ساتھ گزارے، وہ ذاتی طور پر بھی سر سیّد سے بہت متاثر تھے اگرچہ سر سیّد کے یہاں تعلیمِ نسواں کا عملی طور پر کوئی مثبت تصور نہیں ملتا، لیکن سر سیّد تعلیمِ نسواں کے مخالف نہیں رہے اور مساواتِ نسواں تو ان کے مشن کا ناگزیر حصہ رہا۔

خواجہ الطاف حسین حالیؔ کو عام طور پر بحیثیت شاعر، نقاد، سوانح نگار اور سماجی مصلح تسلیم کیا جاتا ہے، لیکن حالیؔ کی شاعری کے جس قدر پہلو اور جہتیں اردو شعر و ادب کا حصہ ہیں اُن میں سب سے اہم پہلو اُن کی شاعری میں تحریکِ تعلیمِ نسواں اور مساواتِ نسواں کا تصور ہے۔ حالیؔ اردو کا پہلا Feminist شاعر ہے جس نے اردو شاعری میں پہلی بار فیمنزم کا نظریہ پیش کیا۔ تحریکِ تعلیمِ نسواں اور مساواتِ نسواں کے علمبردار کی حیثیت سے اپنی ایک الگ پہچان بنائی اور پہلی بار اس نوع کی اصلاحی موضوع کو اپنے تخلیقی پاروں میں جگہ دی۔ غالباً اسی لیے دورِ جدید میں حالیؔ کے افکار و نظریات کا اطلاق بہت گہرا نظر آتا ہے۔

رشید جہاں کے والد شیخ عبداللہ پاپا میاں نے علی گڑھ میں خواتین کے لیے جب ایک گرلس اسکول قائم کیا تو سر سیّد نے یہ کہتے ہوئے معمولی سا اختلاف کیا کہ ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ شیخ عبداللہ نے 1906 میں 'خاتون' کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری کیا تھا۔ البتہ ڈپٹی نذیر احمد نے اپنے ناولوں میں خواتین کے مسائل کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔ اردو کے عظیم شاعر علامہ اقبالؔ بھی یہ کہہ کر گزر گئے:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ

یا

ہند کے شاعروں، صورت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پر عورت ہے سوار

حالیؔ نے انگریزی ادب سے جو کچھ اخذ کیا وہ نقل کی صورت میں نہیں بلکہ تصرف کی شکل میں ہے۔ حالیؔ کے تخلیقی پارے شاعری کے علاوہ فکشن میں بھی موجود ہیں۔ 'مجالس النساء' حالی کا ایک اہم ناول ہے جو بالترتیب سات مجالس پر مشتمل ہے۔ اس ناول میں عورتوں کے مسائل و معاملات سے بحث کی گئی ہے، لیکن ناول کی تیسری مجلس میں عورتوں کی تعلیم سے متعلق خاطر خواہ بحث ملتی ہے۔

حالیؔ وہ پہلے واحد مصلحِ قوم شاعر تھے جنھوں نے چہار دیواری میں قید ایک عورت کی بے بسی اور ناداری کو محسوس کیا اور اسے الفاظ کی بینائی عطا کی۔ ان کے پیشِ نظر ہمیشہ عورتوں کے حقوق اور ان کی عظمت و حرمت کے تحفظ کا مسئلہ زیرِ غور رہا۔

حالیؔ نے محسوس کیا کہ اگر عورت کو علم کی دولت سے محروم رکھا گیا تو مستقبل میں آنے والی نسلیں علم سے محروم رہ جائیں گی۔ اس سے ملک و قوم کی ترقی متاثر ہوگی، لہٰذا حالی نے عورت کو باعزت زندگی، مساوات، ذہنی آزادی اور تمام تر سماجی حقوق کا مستحق قرار دیا۔

مولانا حالی حافظِ قرآن تھے۔ وہ مذہبی علوم کا بھی گہرا مطالعہ رکھتے تھے، ان کے دردمند دل میں عورت کی عظمت، اس سے محبت، اس کے حقوق کی پاسداری اور برابری کا احساس جاگزیں تھا۔ عورتوں کے زیادہ تر حقوق کو انھوں نے نہایت ہی موثر طریقے سے عوام و خواص میں عام کیا اور اس عمل کی ابتدا انھوں نے بذاتِ خود اپنے خاندان کی عورتوں سے کی، مثلاً شرعی اعتبار سے جائداد میں عورتوں کا حصہ، شادی سے قبل لڑکیوں سے ان کی رائے لینا، جہیز کی مخالفت، بیواؤں، نادار عورتوں اور یتیم بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک، ان کی عزت و حرمت کا تحفظ، مزید یہ کہ عورتیں اپنے جن حقوق سے نابلد تھیں انھیں ان کے حقوق سے آگاہ کرانا؛ یہ وہ عزائم تھے جنھیں حالیؔ ہمیشہ اپنی زندگی کا مشن تصور کرتے رہے اور تاحیات اپنے ان مقاصد کی تکمیل میں لگے رہے۔ ایک مجبور اور نادار عورت کے داخلی جذبات و احساسات کی ترجمانی وہی فن کار کر سکتا ہے جس کے دل میں عورت کی عظمت اور سماج میں اسے سربلند کرنے کا جذبہ جاگزیں ہو۔ اس جذبے میں ماں کی عظمت، بیٹیوں کی حوصلہ افزائی اور بہنوں کے حقوق شامل ہیں۔

حالیؔ نے 1894 میں پانی پت میں اپنے گھر سے متصل لڑکیوں کے لیے چوتھی جماعت تک ایک اسکول بھی قائم کیا تھا، اس درس گاہ میں اردو، تاریخ اور ریاضی کے علاوہ امورِ خانہ داری سے متعلق بھی مضامین مثلاً سلائی کڑھائی، ہوم سائنس وغیرہ کی تعلیم کا انتظام تھا۔ لڑکیوں کو تعلیم دینے کے لیے ایک عیسائی خاتون ٹیچر کا انتخاب کیا گیا لیکن چند برس بعد یہ اسکول بند کرنا پڑا کیوں کہ بچوں کے والدین نے عیسائی ٹیچر کو قبول نہیں کیا اور اس وقت کوئی مسلم خاتون ٹیچر دستیاب نہ ہو سکی۔ اسکول بند ہونے کی وجہ ہندستان میں انگریزوں کی مخالفت تھی۔

حالیؔ کی ازدواجی زندگی بھی بہت کامیاب تھی، وہ ہمیشہ اپنے خاندان کی خواتین کو بڑی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اپنی بیوی کے تند و تیز مزاج ہونے کے باوجود اُن سے ہر بات پر مشورہ کرتے اور ہمیشہ ان سے بڑی خوش اخلاقی سے پیش آتے۔

حالیؔ اردو کے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے عورتوں کے حقوق کی پامالی کے خلاف آواز بلند کی، وہ ہمیشہ Empowerment of Women کے نظریے پر قائم رہے اور اس کی تلقین بھی کرتے رہے۔

آج وہی موضوعات و مسائل ہندستانی سماج میں زیرِ بحث ہیں۔ عورتوں کا وجود آج بھی خطرے میں ہے۔ ان کی عزت و آبرو کا تحفظ ایک سوالیہ نشان بنا ہوا ہے۔ مثلاً بیوگی کا مسئلہ، لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ، آبرو کے تحفظ کا مسئلہ، بزرگ ماں باپ کی بقا کا مسئلہ، یہ وہ سب مسائل ہیں جن پر ہندستانی سماج کو سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ وہی نظریات ہیں جو آج سے ڈیڑھ سو سال قبل حالیؔ نے اپنی شاعری کے ذریعے ہندستانی سماج کے سامنے پیش کیے تھے۔

وقارِ ادب، افتخارِ سخن، ناقد و سوانح نگار اور محبِّ وطن خواجہ الطاف حسین حالیؔ نے 'مسدس حالی' میں پوری کائنات کو خدا کا کنبہ کہا ہے۔ ادب کے ہر گوشے میں انھوں نے نئی راہیں تلاش کیں اور وہ ہمیشہ فکر و فن کی نئی جہتوں کے متلاشی رہے۔

'چپ کی داد' حالیؔ کی ایک ایسی شاہکار نظم ہے جو اُن کے تعلیمِ نسواں اور مساواتِ نسواں کے نظریے کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ دورِ جدید میں حالیؔ کے ان افکار و نظریات کے احتساب کی ضرورت ہے۔ حالی کے ان نظریات کا نفاذ نہ صرف ہندستانی سماج میں ناگزیر ہے بلکہ ان کے یہ افکار و نظریات عالمی سطح پر بھی مشعلِ راہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

پروفیسر ضیاء الرحمٰن صدیقی
شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ–202002، یوپی
E-mail: zia_musafe@yahoo.co.in

اہلِ اردو میں ذوقِ مطالعہ کو کیسے اُبھاریں؟

آفتاب عالم شاہ نوری

انسانوں اور جانوروں کے درمیان فرق کرنے والی شے علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے علاوہ دیگر جانداروں کو ان کی ضرورت کا علم، پیدائشی طور پر عطا کیا ہے۔ اس طرح سے جاندار پیدائش سے لے کر موت تک خدا کے عطا کردہ انہی علوم کا استعمال کر کے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اگر اس معاملے میں انسانوں کی بات کی جائے تو اللہ تعالیٰ نے انسانی ذہن کو پیدائشی طور پر کورے کاغذ کی مانند سفید رکھا ہے۔ جیسے جیسے اس کی عمر کے شب و روز گزرتے ہیں ویسے ویسے اس کے ذہن پر علم و حکمت کی تحریریں رقم ہونے لگتی ہیں۔ سیکھنے کا یہ سلسلہ موت تک جاری رہتا ہے۔

پرانے زمانے میں چھاپہ خانہ کی ایجاد سے پہلے انسان کام کی اور ضروری باتوں کو پتھروں، پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر تحریر کیا کرتا تھا۔ یہ بات اَظْھَر مِنَ الشَّمْس ہے کہ تحریر کی عمر ہمیشہ سے لمبی رہی ہے۔ مگر دورِ جدید کے ٹیکنالوجی کے زمانے میں علوم کو حاصل کرنے کے بیسیوں ذرائع آ چکے ہیں۔ جس کے ذریعے انسان علوم کے سمندر میں غوطے لگا کر حکمت اور دانائی کے موتی نکال سکتا ہے، مگر ان سب ذرائع میں کتاب ہی ایسا ذریعہ ہے جس کے ذریعے انسان صدیوں کی مسافت کو چند ہی دنوں میں طے کر سکتا ہے۔

سرورِ علم ہے کیفِ شراب سے بہتر
کوئی رفیق نہیں ہے کتاب سے بہتر

ایک اچھی کتاب کسی مصنف کے بیس پچیس سال کے تجربات کا نچوڑ ہوتی ہے۔ جسے ایک قاری اس مصنف کے سارے تجربات کو صرف اور صرف تین چار دنوں میں حاصل کر لیتا ہے۔ ایک اچھی کتاب انسانی ذہن کے بند دریچوں کو کھولتی ہے اور انسانی شعور، فکر میں پختگی لاتی ہے۔ کتاب ہی وہ واحد دوست ہے جس کے متعلق منافقت کا خدشہ نہیں ہوتا، مگر افسوس صد افسوس ٹیکنالوجی کے اس جدید دور میں انسان آہستہ آہستہ کتابوں سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ اسلاف کی تحریر کردہ لاکھوں کتابوں سے ہر دن صدا آتی ہے کوئی آئے اور میرے اسرار و رموز کو جانے مگر افسوس لوگ اپنے اسلاف کی صدیوں کی محنت کو دیمک کی نذر کر رہے ہیں۔ دورِ جدید میں لوگ اب کتابیں نہیں موبائل پڑھتے ہیں گھنٹوں انہی میں اپنے اوقات صرف کرتے ہیں۔ ناشر، کتب فروش، بڑی بڑی اکادمیاں اور کتب خانے کتابوں کے مطالعے کے شیدائیوں کو ڈھونڈ رہے ہیں۔

علامہ اقبال نے لوگوں میں مطالعہ کے ذوق کو ابھارنے کے لیے اپنے ایک شعر میں ترغیب دلائی ہے:

اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ زبورِ عجم
فغانِ نیم شبی بے نوائے راز نہیں

مطلب: اگر کسی میں ذوقِ مطالعہ اور حقیقت کو پانے کی تڑپ موجود ہے تو پھر شب کی پُرسکون تنہائی میں میرے شعری مجموعے ’زبورِ عجم‘ کا مطالعہ کرے کہ اس کے اشعار میں ایسی فریاد پوشیدہ ہے جو انسان خلوصِ دل کے ساتھ نصف شب کے بعد ہی خدائے پاک کے روبرو کرتا ہے۔ ایسی فریاد رازہائے درونِ پردہ کی امیں ہوتی ہے۔

دنیا میں ایسا کوئی کام نہیں ہے جسے انسان مصمم ارادے کے ساتھ شروع کرے اور اسے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچائے۔ اہلِ اردو میں مطالعے کا ذوق پیدا کرنے کی کچھ ترکیبیں مندرجہ ذیل ہیں:

— چھوٹے شہروں اور اردو آبادی والے علاقوں میں اردو گھر، یا اردو ادبی تنظیموں کی تشکیل کی جائے۔
— ان اداروں کے ممبران ایسے لوگ ہوں جو مخلص ہوں ورنہ عام طور دیکھا گیا ہے کسی تنظیم میں مخلصین نہ ہونے کی وجہ سے تنظیمیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔
— اردو کے ریٹائرڈ اساتذہ اور اردو سے محبت رکھنے والے احباب کو ممبر کی حیثیت سے ترجیح دیں۔
— اگر ریاستی سطح پر اردو اکادمی موجود ہے تو یہ ساری ادبی تنظیمیں اور اردو گھر اردو اکادمی سے جُڑ جائیں اور ساتھ ہی ساتھ ملک کے بڑے بڑے کتب خانوں کے رابطے میں رہیں۔
— تنظیم کے بنتے ہی پورے برس کا لائحۂ عمل تیار کریں۔

اردو کتابوں کے مطالعے کے ذوق اور شوق کو بڑھانے کے لیے ادبی تنظیمیں اور اردو گھر کیا کریں؟

— شہر اور اردو آبادی میں گھوم پھر کر لوگوں سے وہ ساری کتابیں جمع کر لیں جو لوگوں کے مطالعے میں نہ ہوں یا ان کے پڑھنے والے نہیں رہے۔
— پھٹی پرانی کتابوں کو پڑھنے لائق بنانے کے لیے بائنڈنگ کا انتظام کریں۔
— حاصل کردہ کتابوں کو عناوین کے مطابق الگ الگ کریں۔ جیسے بچوں کی کتابیں، نظم، نثر وغیرہ کی فہرست بنائیں۔
— شہر کے تمام اردو اسکولوں کا دورہ کریں۔ اساتذہ سے ملاقات کر کے طلبہ کی تعداد حاصل کر لیں۔

جب یہاں تک کے کام مکمل ہو جائیں تو اصل کام کی طرف قدم بڑھائیں۔ اسکول میں بڑی عمر کے طلبہ کو جمع کر کے مطالعے کے فوائد گنوائیں اور ان کی ایسی ذہن سازی کریں کہ بچے مطالعے کے لیے خوشی خوشی تیار ہو جائیں۔ مطالعے کی اہمیت پر عام لوگوں کے درمیان ماہرینِ مطالعہ کے لکچر کروائیں۔ اس کام میں مزید بہتری کے لیے اسکول سطح پر بچوں میں ایک مہم چلائیں جسے عنوان دیں ’مطالعہ کرو، انعام پاؤ‘۔ ماہرینِ نفسیات کا کہنا ہے انعام کی چاہ میں بچے ہر وہ کام کر گزرتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی دشوار کیوں نہ ہو۔ بچوں کے ذوق، دل چسپی اور عمر کے لحاظ سے کتاب کا انتخاب کر کے اسکولوں میں اعلان کروائیں کہ فلاں فلاں کتاب آپ کے مطالعے کے لیے دی گئی ہے۔ اگلے پندرہ دن کے بعد اس کے امتحان ہوں گے امتحان معروضی طرز پر ہوں گے یعنی ایک سوال کے چار متبادل جوابات ہوں گے۔ امتحان میں اول دوم اور سوم آنے والے طلبہ کو انعام سے نوازا جائے گا اور ایک کتاب بطورِ ہدیہ دی جائے گی۔ بقیہ جتنے بچے امتحان میں حصہ لیتے ہیں ان کو ڈیجیٹل سرٹیفکٹ دیے جائیں گے۔ اس طرح ہر پندرہ دن میں ایک مرتبہ یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ اردو تنظیموں کو چاہیے کے اس طرح کے کاموں کے لیے الگ سے ایک کمیٹی تشکیل دیں۔ اردو اسکول والوں کو چاہیے کہ طلبہ کے لیے روزانہ ایک گھنٹہ لائبریری کی کلاس کے نام سے مختص رکھیں جس میں طلبہ مطالعہ کر سکیں اس طرح دھیرے دھیرے بچوں میں مطالعے کا شوق پیدا ہوگا۔ کتابوں کو متعین کرتے وقت بچوں کی عمر اور دل چسپی کا دھیان رکھیں۔ کالج میں پڑھنے والے بچوں کو واٹس ایپ گروپ کے ذریعے جوڑ کر اسی طرح امتحانات کا انتظام کریں۔ لڑکے اور لڑکیوں کے علاحدہ علاحدہ گروپ بنائیں تاکہ فتنے کا خدشہ نہ رہے۔ لڑکیوں کی گروپ ایڈمن کسی استانی کو متعین کریں۔ جب یہ چیزیں قابو میں آنا شروع ہو جائیں تو عام لوگوں میں یہ سلسلہ شروع کریں۔ اردو اکادمیوں سے کتابوں کو بلک میں خریداری کریں۔ اہلِ وطن یا ملّت کے لوگ جو اردو سیکھنے کے خواہش مند ہیں، ان کے لیے کلاسس کا نظم کیا جائے۔ جہاں جہاں لوگوں کی بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے وہاں چھوٹی چھوٹی کتابیں رکھیں۔ لوگوں کو ترغیب دلائیں کہ اردو اخبارات خریدیں۔ ’ہر گھر اردو اخبار کی مہم چلائیں‘۔ لوگوں کا ذہن بنائیں کہ کتابوں اور اردو اخبارات کے لیے رقم خرچ کریں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ آج ہم سب کے پیٹ ہزاروں مرغیوں اور بکروں کا قبرستان ہے ہم نے ہزاروں روپے اس پر خرچ کیے مگر کتابیں اور اخبارات خریدنے کے لیے نہیں کرتے ہیں۔ یہ صرف ’مطالعہ‘ کے عنوان سے اردو تنظیموں کے کام ہیں ان کے علاوہ بھی بیسیوں کام ایسے ہیں جو اردو تنظیمیں کر سکتی ہیں۔

گھروں کے ماحول کو کیسے بدلا جائے؟

گھر کے سربراہ کو چاہیے کہ گھر میں مطالعہ کے ماحول کو پیدا کرے، اس کے لیے سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ خود کو مطالعے کا عادی بنائے جس کے ذریعے گھر کے دیگر افراد بھی اس طرف توجہ دیں گے۔ خاص طور سے گھر کے چھوٹے بچے آپ کی اس عادت سے جلدی اثر قبول کریں گے۔ بچوں کی عمر، ان کی ذہنیت اور ان کی دل چسپی کے مطابق کتابیں منگوا کر رکھیں تاکہ وہ جب چاہیں آسانی سے پڑھ سکیں۔ کتابوں کے مکمل مطالعہ کے بعد بچوں کو اپنے طور پر کچھ انعام بھی دیں۔

ہر مسجد کے احاطے میں لائبریری کا قیام کریں:

مسجدوں کے ممبران کو چاہیے کہ مسجد کے احاطے میں چھوٹی ہی کیوں نہ ہو ایک لائبریری بنائیں جہاں اردو اخبارات اور کتابیں مہیا کریں جس سے لوگوں میں پڑھنے کا ذوق اور شوق پیدا ہو۔

گاؤں میں لوگوں کے کثرت سے بیٹھنے کی جگھوں پر اردو اخبارات کا انتظام کریں:

عام طور پر گاؤں کے ماحول میں دیکھا جاتا ہے کہ لوگ بڑے برگد کے گھنے سائے کے تلے گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں اگر ان کے آس پاس الگ الگ اخبارات رکھے جائیں تو عین ممکن ہے لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اور بھی ایسے کئی طرح کے کام ہیں جس کے ذریعے سے موجودہ دور میں لوگوں کے درمیان مطالعے کے ذوق اور شوق کو ابھارا جا سکتا ہے۔

بلگام، کرناٹک
E-mail: aftabalamshahnoori@gmail.com
Mob. No.: 8105493349

اردو دُنیا

بہار اردو اکادمی اور اردو مشاورتی کمیٹی کی سات برسوں سے تشکیل نہیں ہوئی

اردو کونسل ہند نے اسے اردو کے ساتھ امتیازی سلوک قرار دیا

پٹنہ (14 جون)۔ اسمبلی انتخابات سے قبل نتیش حکومت کے ذریعے ریاست میں مختلف بورڈ اور کمیشن کی تشکیلِ نو کے باوجود بہار اردو اکادمی اور اردو مشاورتی کمیٹی کی تشکیل کو نظر انداز کیے جانے پر اردو کونسل ہند کے صدر و رکنِ اسمبلی بہار اختر الایمان نے سخت برہمی کا اظہار کیا ہے۔ اختر الایمان نے اسے دوسری سرکاری زبان اردو کے ساتھ امتیازی سلوک بتایا ہے۔ انھوں نے ایک پریس نوٹ جاری کر کے حکومت سے سوال کیا ہے کہ آخر بہار اردو اکادمی اور اردو مشاورتی کمیٹی کی تشکیلِ نو اب تک کیوں نہیں کی گئی ہے، جب کہ دوسرے بورڈ اور کمیشن وغیرہ کی تشکیلِ نو کر دی گئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ دوسری سرکاری زبان اردو کے ساتھ کھلا امتیازی سلوک ہے جسے اردو آبادی بخوبی محسوس کر رہی ہے۔ اختر الایمان نے کہا کہ اردو مشاورتی کمیٹی اور بہار اردو اکادمی اردو کی ترقی، فروغ اور بقا کے لیے نہایت اہم سرکاری ادارے ہیں جن کو حکومتِ بہار نے گذشتہ اگست 2018 سے آج تک یعنی سات برسوں کے طویل عرصے سے مجہول بنا کر رکھا ہے۔ حکومت کی اس بے توجہی اور امتیازی سلوک کی وجہ سے ریاست میں سرکاری سطح پر اردو کے فروغ اور ترقی کے سارے کام بند ہیں۔

اختر الایمان نے کہا کہ بہار اردو اکادمی کی تشکیلِ نو نہیں کرنا بہار سے اردو کی نمائندگی کرنے والے تنظیم کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ یہ نہایت تشویشناک صورتِ حال ہے۔ انھوں نے کہا کہ اردو مشاورتی کمیٹی جو سرکاری سطح پر اردو کے فروغ اور ترقی کے لیے مشورے دیتی ہے اور رہنمائی کرتی ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ گذشتہ سات برسوں سے اسے بھی بے زبان بنا دیا گیا ہے اور اس کی تشکیلِ نو بھی سرد خانے میں ڈال دی گئی ہے۔ اس کی وجہ سے حکومت کی جانب سے دوسری سرکاری زبان اردو کی ترقی اور ترویج کا سلسلہ رک گیا ہے۔ یہ صورتِ حال اردو کے لیے تشویش ناک ہے۔ اختر الایمان نے نتیش حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ بہار اردو اکادمی اور اردو مشاورتی کمیٹی کی بلا تاخیر تشکیلِ نو کرے، ورنہ اسمبلی انتخابات میں بہار کی ڈھائی کروڑ کی اردو آبادی انھیں معاف نہیں کرے گی۔

(انقلاب۔ دہلی)

داخلہ فارم سے اردو کو ہٹانا دستور اور تہذیب پر حملہ

ڈاکٹر نریش کمار

نئی دہلی (20 جون)۔ دہلی کانگریس کے ترجمان ڈاکٹر نریش کمار نے دہلی یونی ورسٹی کے فارم سے اردو کو نکالنے اور 'مسلم' کو مادری زبان قرار دینے پر سخت ردِّ عمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یہ نہ صرف آئینی اقدار بلکہ ملک کی گنگا جمنی تہذیب پر حملہ ہے۔ اردو لاکھوں ہندستانیوں کی زبان ہے، اسے مذہب سے جوڑنا سراسر غلط ہے۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ فارم میں فوری ترمیم کی جائے، ذمے داروں کے خلاف کارروائی ہو اور عوام سے معافی مانگی جائے۔ کانگریس ہر اس کوشش کی مخالفت کرے گی جو ملک کے جمہوری اقدار کو نقصان پہنچائے۔ (انقلاب۔ دہلی)

دہلی یونی ورسٹی کے یو جی داخلہ فارم سے اُردو غائب

مادری زبان کے کالم سے 'اردو زبان' کو خارج کر کے 'مسلم' کو بطورِ مادری زبان شامل کیا گیا

فوری طور پر فارم میں ترمیم کر کے اردو کو اس کا جائز مقام دینے کا مطالبہ

نئی دہلی (20 جون)۔ دہلی یونی ورسٹی کے انڈر گریجویٹ (یو جی) داخلہ فارم میں مادری زبان کے کالم سے اردو زبان کو خارج کر کے اس کی جگہ 'مسلم' کو بطورِ مادری زبان شامل کیا گیا ہے جس پر ملک بھر میں علمی، سماجی اور تعلیمی حلقوں کی جانب سے شدید غم و غصے کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ماہرینِ تعلیم، اساتذہ، طلبہ تنظیموں نے اس اقدام کو آئینِ ہند کے آٹھویں شیڈول کی کھلی خلاف ورزی، لسانی و مذہبی تعصب اور ملک کی گنگا جمنی تہذیب پر حملہ قرار دیا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ فارم میں جہاں اردو جیسی دستوری زبان کو نظر انداز کر دیا گیا وہیں 'مادری زبان' کے زمرے میں ایسے الفاظ بھی شامل کر دیے گئے جو زبان نہیں بلکہ ذات، پیشے یا جغرافیائی شناخت کی نمائندگی کرتے ہیں جیسے موچی، مزدور، دیہاتی، بہاری اور کرمی۔ اس غیر سائنسی اور توہین آمیز فہرست پر شدید اعتراض کیا جا رہا ہے۔ ڈی یو کے کروڑی مل کالج کے ایسوسی ایٹ پروفیسر اور دہلی یونی ورسٹی ٹیچرس ایسوسی ایشن (ڈوٹا) کے رکن رودر شیش چکرورتی نے اس اقدام کو فرقہ وارانہ ذہنیت کا مظہر قرار دیتے ہوئے کہا کہ اردو کو مادری زبان سے نکال کر 'مسلم' کو شامل کرنا علمی جہالت، آئینی خلاف ورزی اور لسانی تعصب کا ثبوت ہے۔ انھوں نے کہا کہ یونی ورسٹی انتظامیہ کو نہ صرف انگریزی کی بنیادی اصطلاحات سیکھنے کی ضرورت ہے بلکہ انھیں یہ بھی سمجھنا ہوگا کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں بلکہ ہندستان کی مشترکہ تہذیب کی نمائندہ ہے۔ یونی ورسٹی کی ایکزیکٹو کونسل کے رکن ڈاکٹر متھو راج دھوسیا نے اسے افسوسناک اور قابلِ مذمت عمل قرار دیتے ہوئے کہا کہ ایک مرکزی یونی ورسٹی کی جانب سے اس نوعیت کی سنگین کوتاہی ملک کے لسانی تنوع اور تعلیمی وقار کے خلاف ہے۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ فوری طور پر فارم میں ترمیم کی جائے اور اردو کو اس کا جائز مقام دیا جائے۔ ڈیموکریٹک ٹیچرز فرنٹ (ڈی ٹی ایف) کی سکریٹری پروفیسر آبھا دیو حبیب نے اس اقدام کو اسلاموفوبیا پر مبنی اور دانستہ علمی پستی کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے سوال کیا کہ کیا دہلی یونی ورسٹی یہ بھی نہیں جانتی کہ مسلمان بھی وہی زبانیں بولتے ہیں جو ان کے علاقے کے دوسرے لوگ؟ 'مسلم' کو مادری زبان کے طور پر شامل کرنا نہ صرف لغوی طور پر غلط ہے بلکہ ذہن سازی کی ایک خطرناک کوشش ہے۔ اردو کو مادری زبان کی فہرست سے خارج کر کے 'مسلم' کو بطورِ زبان شامل کیے جانے پر آل انڈیا ڈیموکریٹک اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (اے آئی ڈی ایس او) نے بھی سخت مذمت کی ہے۔ اے آئی ڈی ایس او دہلی کی سکریٹری محترمہ ثریا نے کہا کہ یہ اقدام فرقہ پرستی پر مبنی اور تعلیم دشمن ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے۔ ان کے مطابق اردو نہ صرف لاکھوں ہندستانیوں کی زبان ہے بلکہ آئین کی آٹھویں فہرست میں شامل بھی ہے۔ اردو کو ہٹا کر 'مسلم' کو زبان قرار دینا نہ صرف لغوی غلطی ہے بلکہ ایک پوری تہذیب پر حملہ ہے۔ تنظیم نے مطالبہ کیا ہے کہ دہلی یونی ورسٹی فوری طور پر فارم میں ترمیم کرے، عوام سے معافی مانگے اور ذمے داروں کو جواب دہ ٹھہرایا جائے۔ ساتھ ہی طلبہ سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ نئی تعلیمی پالیسی کے خلاف اپنی جدوجہد تیز کریں۔ ماہرینِ تعلیم کا کہنا ہے کہ دہلی یونی ورسٹی جیسے باوقار تعلیمی ادارے سے اس طرح کی لغزش صرف ایک زبان یا کمیونٹی کے خلاف تعصب نہیں بلکہ ملک کی آئینی، ثقافتی اور تعلیمی اقدار پر براہِ راست حملہ ہے۔

(انقلاب۔ دہلی)

آئی آئی ایم سی: اردو صحافت کے 9 طلبہ کا ڈی ڈی نیوز میں تعیناتی

نئی دہلی۔ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ماس کمیونی کیشن (آئی آئی ایم سی) کے اردو صحافت پی جی ڈپلوما کورس کے سبھی 9 طلبہ کی ملک کے معروف قومی نیوز چینل ڈی ڈی نیوز میں تعیناتی ہوئی ہے۔ اس کامیابی پر کورس ڈائرکٹر وی. کے. بھارتی نے نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا ہے۔ انھوں نے طلبہ کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ یہ کامیابی نہ صرف طلبہ کی محنت اور لگن کا نتیجہ ہے بلکہ ادارے کی معیاری تربیت اور رہنمائی کا بھی مظہر ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارا مقصد ہمیشہ یہی رہا ہے کہ ہم صحافت کے میدان میں ایسے نوجوان تیار کریں جو پیشہ ورانہ معیار پر پورا اتریں اور ملک و قوم کی خدمت کریں۔ اردو شعبے کے اکیڈمک ایسوسی ایٹ محمد ثاقب نے بھی طلبہ کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ کامیابی ثابت کرتی ہے کہ اردو زبان میں صحافت کی تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان بھی میڈیا انڈسٹری کے تقاضوں پر پورا اتر سکتے ہیں۔ ہم نے طلبہ کو صرف خبروں کی تکنیک ہی نہیں سکھائی بلکہ انھیں تنقیدی سوچ، تحقیق، زبان و بیان کی صفائی اور عوامی مفادات کے تحفظ کا شعور بھی دیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ ہمارے طلبہ نے اس اعتماد پر پورا اتر کر اردو صحافت کا وقار بلند کیا ہے۔ ڈی ڈی نیوز میں منتخب ہونے والے طلبہ نے بھی ادارے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آئی آئی ایم سی نے انھیں صحافت کے مختلف پہلوؤں سے واقف کرایا اور عملی تربیت فراہم کی جس کے سبب وہ آج ایک معتبر ادارے میں کام کرنے جا رہے ہیں۔ واضح رہے کہ آئی آئی ایم سی کا ملک کے ممتاز صحافتی اداروں میں شمار ہوتا ہے، جو ہر سال مختلف زبانوں میں صحافت کی تعلیم دیتا ہے۔ اردو صحافت کا ڈپلوما کورس یہاں کے اہم شعبوں میں سے ایک ہے، جس سے فارغ التحصیل طلبہ بڑے میڈیا اداروں میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

(انقلاب۔ دہلی)

گوری موہتے نے اردو اسکول سے پڑھائی کر کے دسویں میں نمایاں کامیابی حاصل کی

مدرسہ اصلاح البنات کے مراٹھی ٹیچر وجے موہتے اسکول کے مہذب طور طریقوں سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھوں نے اپنی بھتیجی کو اردو اسکول میں پڑھانے کا فیصلہ کیا

ممبئی (16 مئی)۔ رتنا گیری ضلع کے کھیڈ تعلقہ میں واقع معروف مدرسہ اصلاح البنات گرلز ہائی اسکول اینڈ جونیر کالج کی طالبہ گوری کرشن موہتے نے اردو میڈیم سے تعلیم حاصل کرتے ہوئے ایس ایس سی میں 77.80 فیصد مارکس حاصل کیے ہیں جو اپنے آپ میں ایک کارنامہ ہے۔ گوری موہتے بنیادی طور پر مراٹھی گھرانے سے تعلق رکھتی ہے اور مراٹھی اسکول ہی میں تعلیم حاصل کر رہی تھی لیکن اس کے چاچا جو مدرسہ اصلاح البنات میں مراٹھی مضمون کے ٹیچر ہیں، یہاں طالبات کے تحفظ کے لیے کیے جانے والے انتظامات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے گوری کو مراٹھی میڈیم سے نکال کر اس اسکول میں داخلہ دلوایا۔ گوری پڑھائی کے ساتھ ثقافتی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے۔ وہ اپنے اسکول کے اساتذہ اور سہیلیوں سے خوش ہے اور آگے کی تعلیم بھی یہیں سے جاری رکھنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ...(بقیہ صفحہ 7 پر)

دہلی میں خالی اسامیوں پر کانگریس کا حکومت پر حملہ، ڈی ایس ایس ایس بی کو تحلیل کرنے اور مستقل چیئرمین کی تقرری کا مطالبہ

ٹی جی ٹی اردو پنجابی کے امتحان کے نتائج میں تاخیر پر بھی تشویش ظاہر کی

نئی دہلی (16 جون)۔ دہلی کانگریس کے سینئر ترجمان ڈاکٹر نریش کمار نے دہلی سب آرڈی نیٹ سروس سلیکشن بورڈ (ڈی ایس ایس ایس بی) کی کارکردگی پر سوالات اٹھاتے ہوئے اسے فوراً تحلیل کرنے اور ایک مستقل چیئرمین کی تقرری کا مطالبہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر نریش کمار نے دہلی کی وزیرِ اعلا ریکھا گپتا کو ایک باضابطہ یادداشت پیش کی، جس کی ایک کاپی لیفٹننٹ گورنر وِنے کمار سکسینہ کو بھی ارسال کی گئی ہے تاکہ اس مسئلے پر اعلا سطحی مداخلت کو یقینی بنایا جا سکے۔ ڈاکٹر نریش کمار نے یادداشت میں نشاندہی کی کہ گذشتہ دس برسوں سے دہلی کے تعلیم، صحت اور دیگر اہم محکموں میں لاکھوں سرکاری اسامیاں خالی پڑی ہیں، جن پر نہ تو کوئی بھرتی ہو رہی ہے اور نہ ہی شفاف تقرری کا کوئی عمل نظر آتا ہے۔ انھوں نے حکومت پر الزام لگایا کہ دہلی کے نوجوانوں کے مستقبل سے مسلسل کھلواڑ کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے انکشاف کیا کہ صرف تعلیم اور صحت کے شعبوں میں ہی بیس ہزار سے زائد اسامیاں خالی ہیں جنھیں یا تو ٹھیکے پر عارضی ملازمین سے پُر کیا گیا ہے یا پھر سالوں سے وہ یوں ہی خالی پڑی ہیں جنھیں مستقل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ ڈاکٹر نریش کمار نے بتایا کہ کچھ محکموں میں تحریری امتحانات بھی منعقد ہو چکے ہیں، جیسے پنجابی اور اردو مضامین کے ٹی جی ٹی اساتذہ کی بھرتی امتحان، لیکن آٹھ ماہ گزرنے کے باوجود ان کے نتائج جاری نہیں کیے گئے۔ انھوں نے کہا کہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ عام آدمی پارٹی کی سابقہ حکومت نے نوجوانوں کو روزگار دینے میں کبھی سنجیدگی نہیں دکھائی اور اب بی جے پی کی موجودہ حکومت بھی اسی راہ پر چل رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ موجودہ بی جے پی حکومت کو قائم ہوئے چار ماہ ہو چکے ہیں، لیکن روزگار کے محاذ پر کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا گیا۔

ڈاکٹر نریش کمار نے ٹھیکہ نظام پر بھی شدید تنقید کی اور کہا کہ اس نظام نے روزگار کو کمیشن خوری کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ نوجوانوں کو مستقل ملازمت دینے کی بجائے ٹھیکے پر رکھا جا رہا ہے جس کی وجہ سے دلت، قبائلی اور پس ماندہ طبقے (ایس سی، ایس ٹی، او بی سی) کے نوجوان اپنے آئینی حقوق سے محروم ہو رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ جنھیں ٹھیکے پر رکھا گیا ہے انھیں مستقل بھی نہیں کیا جا رہا، جس سے ہزاروں نوجوانوں کا مستقبل غیر یقینی ہے۔ کانگریس ترجمان نے دہلی حکومت سے مطالبہ کیا کہ ڈی ایس ایس ایس بی کو دوبارہ فعال اور شفاف بنایا جائے، اس کا مستقل چیئرمین مقرر کیا جائے، ٹھیکے پر مبنی تقرریوں کا خاتمہ کیا جائے اور تمام خالی اسامیوں پر میرٹ اور شفافیت کی بنیاد پر جلد از جلد تقرریاں عمل میں لائی جائیں اور اردو اور پنجابی کے نتائج جلد جاری کیے جائیں تاکہ دہلی کے نوجوانوں کو انصاف اور باعزت روزگار فراہم کیا جا سکے۔ ڈاکٹر نریش کمار نے انتباہ دیا کہ اگر ان مطالبات کو نظر انداز کیا گیا تو کانگریس دہلی کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر ایک زبردست عوامی تحریک کا آغاز کرے گی۔ (انقلاب۔ دہلی)

اردو کو لازمی نصاب میں شامل کرنے کی اپیل

مظفر پور (10 مئی)۔ آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت بہار کے صدر ڈاکٹر سیّد ابوذر کمال الدین نے بہار کے وزیرِ اعلا نتیش کمار، وزیرِ تعلیم، وزیرِ اقلیتی فلاح، چیئرمین بہار اسٹیٹ اقلیتی کمیشن، چیئرمین بہار اسٹیٹ ایگزامنیشن بورڈ، چیف سکریٹری بہار گورنمنٹ، پرنسپل سکریٹری بہار تعلیمی ڈپارٹمنٹ اور ایجوکیشن ڈائرکٹر بہار گورنمنٹ کو بذریعۂ ای میل ایک مکتوب ارسال کیا ہے جس میں سیکنڈری درجات یعنی آٹھویں تا گیارہویں درجات میں اردو زبان و ادب کو لازمی سبجیکٹ کے طور پر نصاب میں شامل کرنے، اس کا امتحان لینے اور اس کی بنیاد پر پاس فیل اور گریڈ طے کرنے کے مطالبات کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر سیّد ابوذر کمال الدین نے اپنے مکتوب کے ذریعے حکومتِ بہار سے مطالبہ کیا ہے کہ بہار میں سیکنڈری اسکولوں کے نصاب میں سی بی ایس ای طرز پر جو تبدیلی لائی گئی ہے اس سے اردو زبان کی تعلیم اور تعلم پر بُرا اثر پڑے گا اور اردو ریاستِ بہار میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ پا کر بھی اتر پردیش اور مدھیہ پردیش کی طرح خارج از نصاب ہو جائے گی۔ یہ بھی اس وقت ہوگا جب ایک اقلیت دوست شخص ریاست کے وزیرِ اعلا ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ وزارتِ تعلیم میں اور سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری بورڈ میں کچھ ایسے لوگ ذمے دار عہدوں پر فائز ہیں جو اردو سے مخاصمت رکھتے ہیں اور چور دروازے سے اردو کو نصاب سے خارج کر کے اس کے تعلیم و تعلم کے مواقع کو محدود کر دینا چاہتے ہیں تاکہ اردو نے گذشتہ کئی دہائیوں میں جو سیاسی طور پر کامیابی حاصل کی ہے، تعلیمی محاذ پر اس کو ناکام کر دیا جائے اور اردو پڑھنے والے طلبہ کو ہندی اور اردو دونوں زبانوں کی معیاری تعلیم نہ ملے۔ انھوں نے مزید کہا کہ جس طرح پہلے ایم آئی ایل کے نصاب میں اردو اور ہندی کے سوالات پچاس پچاس نمبر کے ہوتے تھے اور دونوں زبانوں میں پاس ہونا لازمی تھا، اسی طرح اردو کے لیے بھی ایک پچاس نمبر کا پیپر ہو۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے صرف تھوڑی سی سیاسی قوتِ ارادی اور حکومتی تعاون کی ضرورت ہے۔ انھوں نے کہا کہ اسکول کے روٹین میں اردو کی تعلیم کے لیے ہفتے میں کچھ مخصوص گھنٹے مختص کیے جائیں اور امتحان میں ہندی کے ساتھ اردو کا بھی امتحان لازمی طور پر لیا جائے تاکہ یہ مسئلہ آسانی سے حل ہو سکے۔ ڈاکٹر سیّد ابوذر کمال الدین نے وزیرِ اعلا بہار سے درخواست کی کہ وہ سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری درجات میں اردو کی تعلیم کو یقینی بنانے کے لیے جلد اقدام کریں۔ انھوں نے کہا کہ ریاستی اسمبلی کا انتخاب بہت قریب ہے اور آپ کے اس ہمدردانہ اور مثبت قدم سے اردو رائے دہندگان پر اچھا اثر پڑے گا۔ آخر میں ڈاکٹر ابوذر کمال الدین نے کہا کہ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اردو زبان کی تعلیم کو بہار میں فروغ دیں تاکہ اردو کے طلبہ کو یکساں تعلیمی مواقع فراہم ہو سکیں۔ (قومی تنظیم۔ پٹنہ)

ڈاکٹر غضنفر اقبال کو بال ساہتیہ پرسکار

گلبرگہ (18 جون، پریس ریلیز)۔ ڈاکٹر کے سری نیواس راو (سکریٹری ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی) کی ایک پریس ریلیز کے مطابق ساہتیہ اکادمی نئی دہلی نے اپنے باوقار بال ساہتیہ پرسکار 2025 کا اعلان کیا ہے۔ اس مرتبہ یہ ایوارڈ گلبرگہ کرناٹک کے اردو قلم کار ڈاکٹر غضنفر اقبال کی کتاب 'قومی ستارے' (بڑوں کی کہانیاں بچوں کے لیے) کے لیے دیا جائے گا۔ یہ ایوارڈ ساہتیہ اکادمی کے امتیازی نشان اور پچاس ہزار روپے پر مشتمل ہے۔ یہ ایوارڈ ڈاکٹر غضنفر اقبال کو عنقریب ساہتیہ اکادمی نئی دہلی کی جانب سے منعقدہ ایک پُر وقار تقریب میں تفویض کیا جائے گا۔

رفتید ولے نہ از دلِ ما

پروفیسر آصفہ زمانی

لکھنؤ۔ اتر پردیش اردو اکادمی کی سابق چیئرپرسن، لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ فارسی کی سابق صدر پدم شری پروفیسر آصفہ زمانی کا 13 جون 2025 کو انتقال ہو گیا۔ ان کی عمر تقریباً 83 برس تھی۔ انھیں آرتھرائٹس کا شدید عارضہ لاحق تھا جس کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئی تھیں۔ ان کی تدفین عیش باغ قبرستان میں عمل میں آئی۔ مرحومہ کے پس ماندگان میں ان کے بیٹے آصف زماں رضوی ہیں۔

پروفیسر آصفہ زمانی علمی خانوادے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے والد قاری ودود الحیٔ ندوی مولانا علی میاں ندوی کے ہم جماعت تھے۔ ان کی شادی سابق ریاستی وزیر اعزاز رضوی سے ہوئی تھی۔ آصفہ زمانی نے لکھنؤ یونی ورسٹی کے شعبۂ فارسی میں تیس سال سے زائد عرصے تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ ان کی خدمات کے پیشِ نظر لکھنؤ یونیورسٹی نے انھیں پروفیسر ایمریٹس کا خطاب دیا تھا۔ انھیں 2004 میں پدم شری کے اعزاز سے نوازا گیا، جب کہ اس سے قبل انھیں صدر جمہوریہ کے بدست ایوارڈ مل چکا تھا۔ مرحومہ 2018 سے 2020 تک اتر پردیش اردو اکادمی کی چیئرپرسن رہیں۔

آصفہ زمانی کے انتقال سے شہرِ لکھنؤ کے علمی حلقوں میں سوگ کی لہر دوڑ گئی۔ اہم شخصیات نے ان کے انتقال کو علم و ادب کا خسارہ قرار دیا۔ ان کی اب تک تقریباً 32 کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ ان کی کئی کتابوں پر انھیں انعامات سے بھی نوازا جا چکا ہے۔ ان کی اہم تصنیفات میں 'آبگینہ'، 'طالب آملی'، 'مقالاتِ زمانی'، 'پرتوِ تحقیق'، 'احساسِ بیکراں'، 'جدید ادبی جائزے'، 'لکیریں ہاتھ کی'، 'اردو ادب میں خواتین کا حصہ'، 'منشی نول کشور اور ان کی ادبی خدمات' وغیرہ شامل ہیں۔

انیس رفیع

کولکاتہ۔ اردو کے مشہور و ممتاز ادیب اور افسانہ نگار جناب انیس رفیع 6 جون 2025 کی رات تقریباً دو بجے اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ 7 جون کو بعد نمازِ عصر ان کی تدفین کولکاتہ کے باگماری قبرستان میں عمل میں آئی۔ گذشتہ چند ماہ سے وہ صاحبِ فراش تھے۔ مرحوم کے پس ماندگان میں اہلیہ، دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

انیس رفیع صاحب کی ولادت 5 جنوری 1945 کو ہوئی تھی۔ اس اعتبار سے انتقال کے وقت ان کی عمر تقریباً 80 برس سے زائد تھی۔ انیس رفیع صاحب کے تین افسانوی مجموعے 'اب وہ اترنے والا ہے'، 'کرفیو سخت ہے' اور 'گداگر سرائے' منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ان کے مضامین کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

ادارہ 'ہماری زبان' مرحومین کے لیے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کرتا ہے۔ (ادارہ)

ادب میں بھی مصنوعی ذہانت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا: پروفیسر صغیر افراہیم

شعبۂ اردو چودھری چرن سنگھ یونی ورسٹی میں 'ادب میں مصنوعی ذہانت کی اہمیت' کے موضوع پر آن لائن پروگرام کا انعقاد

میرٹھ (15 مئی، پریس ریلیز)۔ اگر ہم ادب کی بات کریں تو ہمارا اردو ادب بھی داستانوی مافوق الفطرت ماحول سے نکل کر آیا ہے۔ حالاں کہ داستانیں آج بھی لکھی جا رہی ہیں لیکن زمانے کے ساتھ ساتھ ان کا ڈھنگ اور طرز بھی جدا ہے، آج کے ماحول اور تکنیک سے قریب ہیں۔ ذہانت کی ماضی میں بڑی قدر کی جاتی تھی لیکن آج ذہانت قدم قدم پر موجود ہے۔ معروف ادیب و ناقد پروفیسر صغیر افراہیم کے جو آیو سا اور شعبۂ اردو کے زیرِ اہتمام منعقد 'ادب میں مصنوعی ذہانت کی اہمیت' کے موضوع پر اپنی صدارتی تقریر کے دوران ان خیالات کا اظہار کیا۔ انھوں نے مزید کہا کہ آج ہم جس دور میں داخل ہو گئے ہیں اس میں بچہ بچہ بھی سائنس و ٹیکنالوجی کے ذریعے جذبات، احساسات و محسوسات اچھی طرح سے محسوس کر لیتا ہے، اس لیے ادب میں بھی مصنوعی ذہانت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام رسالہ : سہ ماہی 'چراغِ نور'

(پروفیسر حمید سہروردی پر خصوصی اشاعت)

مدیر : مبین احمد زخم

مدیرِ اعزازی: ڈاکٹر انیس صدیقی

ضخامت : 240 صفحات

قیمت : 200 روپے

تبصرہ نگار : محمد یوسف رحیم بیدری

جناب مبین احمد زخم، اردو ادب کے ڈسے ہوئے ہیں یا محبوبہ کی بے رخی کے مارے ہوئے ہیں، معلوم نہیں، مگر اطلاع دیتے ہیں کہ وہ ایک 'زخم' ہیں، زخمی نہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ 'ایک عدد زخم' کے باوجود کچھ نہ کچھ کرتے رہنا ان کی سرشت میں داخل ہے۔ اردو کے آدمی ہیں۔ غم اور خوشی، محبت اور نفرت سبھی کچھ ان کے لیے تقریباً تقریباً یکساں ہے۔ یوں سمجھیے صوفیائے کرام کے قبیلے میں اٹھنے بیٹھنے کے لائق آدمی ہیں (اسی لیے غالباً یادگیر کی سکونت ترک کر کے شہرِ صوفیہ گلبرگہ میں قیام پذیر ہیں)۔

شاعری اور اردو صحافت سے مبین احمد زخم وابستہ ہیں۔ ادبی صحافت بھی ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ کلیان کرناٹک جیسے علاقے سے سہ ماہی 'چراغِ نور' یادگیر کو نکالتے رہنے کی اپنی سی سعی میں کئی سال سے (ناکامی اور کامیابی سے قطع نظر) لگے ہوئے ہیں۔ کبھی خواتین پر خصوصی اشاعت کا اہتمام کرتے ہیں اور کبھی الحاج قمر الاسلام جیسے شیرِ کرناٹک (سیاسی) پر نمبر نکالتے ہیں۔ اس دفعہ پروفیسر حمید سہروردی کی سالگرہ (یکم جون) پر 'چراغِ نور' یادگیر کی 240 صفحات کی خصوصی اشاعت سامنے آئی ہے جس کے مدیرِ اعزازی ڈاکٹر انیس صدیقی ہیں۔ پروفیسر اعظم شاہد کی صدر نشینی میں مجلسِ مشاورت اور مجلسِ ادارت بھی قائم کی گئی تھی۔ مجلسِ مشاورت میں 10 افراد، اور مجلسِ ادارت میں بھی 10 افراد شامل کیے گئے۔ ان تمام کے نام درج ہیں۔ سرورق پر پروفیسر حمید سہروردی صاحب کی باریش اور خوب صورت تصویر جگمگ جگمگ کر رہی ہے۔ اس خصوصی اشاعت کی خوب صورتی یہ ہے کہ تمام اقسام کی اصناف کو علاحدہ علاحدہ فہرست میں نمایاں کر کے شائع کیا گیا ہے، جس سے پڑھنے والے کو انتخاب کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ مثلاً گلِ مضمون کے تحت ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی اور پروفیسر خالدہ بیگم کی حمید سہروردی سے متعلق بالترتیب ادبِ اطفال اور غیر افسانوی تحریریں ہیں۔ 'گلِ رنگیں' عنوان کے تحت حمید سہروردی کی نظم نگاری پر شکیل رشید، ڈاکٹر سیفی سرونجی، ڈاکٹر ماہر منصور، پروفیسر ارتکاز افضل، ڈاکٹر سید اقبال خسرو قادری اور سعید اختر اعظمی کے مضامین شامل ہیں۔ 'گل آگہی' عنوان کے تحت پروفیسر حمید سہروردی کی افسانہ نگاری پر ناصر بغدادی، پروفیسر معین الدین عقیل، فیاض رفعت، پروفیسر خالد جاوید، ڈاکٹر شکیب انصاری، ڈاکٹر الطاف انجم، ڈاکٹر ریشا قمر، ڈاکٹر عزیز سہیل اور ڈاکٹر محمد سمیع الدین کے مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ اسی طرح 'گل رو' عنوان کے تحت حمید سہروردی کی شخصیت پر پروفیسر عتیق اللہ، ڈاکٹر سہیل بیابانی، انیس جاوید، رؤف صادق، فرحان حنیف وارثی، سراج وجیہہ تیر انداز، ڈاکٹر عبدالباری اور افسر نسرین انصاری کے مضامین ہیں۔ اسی میں منظور وقار، نجم باگ، ملنسار اطہر احمد، پروفیسر شکیل احمد خان، ندیم مرزا اور ڈاکٹر مشتاق احمد سہروردی کے تاثرات ہیں۔ نجم باگ علامتوں کی زبان سے کام لینے والا وہ فنکار ہے جس کی طرف ناقدین کو توجہ کرنی چاہیے۔ انھوں نے حمید سہروردی کے بارے میں علامتوں کے پیرایے اور پیرہن سے کام لیا ہے۔ ڈاکٹر مشتاق احمد سہروردی نے بھی خوب لکھا ہے۔ 'گل دوستی' کے تحت پروفیسر اسلم جمشید پوری، خاکسار، پروفیسر عبدالقادر اورنگ آبادی، چاند اکبر اور پروفیسر حمید سہروردی کے فرزند اکبر واکمل ڈاکٹر غضنفر اقبال کے لیے گئے انٹرویو شامل ہیں۔ 'گل رُخاں' میں پروفیسر حمید سہروردی کی تحریروں کا انتخاب شامل ہے۔ افسانوں میں پانچ افسانے کالے گلاب، سفید پرندے، گم، فرض شناس اور نواب مرزا منتخب کیے گئے ہیں۔ نظموں میں حمید سہروردی کی پانچ نظمیں اے پیرومرشد، میں کہ ایک لفظ، پرندہ دکھ کا نام نہیں، وہ اکیلا کس طرف جائے اور الوداع۔ شخصی نظموں میں جوگندر پال، شاہ حسین نہری، اور پوتیوں کے لیے نظمیں ہیں جب کہ 'مختصر نظمیں' میں تین عدد شامل ہیں۔ ایک مختصر نظم ملاحظہ کیجیے:

> میں تمھیں بار ہا کہہ چکا/ تم میرے خواب کا نتیجہ ہو/ تم کبھی
> پھول بن کر/ میری آنکھوں میں کھلکھلاتی ہو/ اور کبھی شبنم
> بن کر/ آنکھ سے ٹپکتی ہو!

اس خصوصی اشاعت میں پروفیسر حمید سہروردی کے بارے میں مختلف افراد کی آرا کچھ اس طرح ہے۔ حمید سہروردی میں غیر معمولی برداشت کا مادہ ہے۔ وہ ہر کڑوی بات یا طنز آمیز فقروں اور جملوں کی ان سنی کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ (پروفیسر عتیق اللہ، دہلی) حمید سہروردی بہت محتاط مزاج کے حامل ہیں۔ وہ اپنی رائے کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ کالج کی سیاست ہو یا مقامی سیاست وہ محتاط اور غیر جانب دار رہتے ہیں۔ مزاج میں شائستگی ہے اور نفاست کے حامل ہیں۔ صلحِ کل، رفعِ شر اور کم گوئی ان کی صفت رہی ہے۔ (ڈاکٹر سہیل بیابانی) پروفیسر حمید سہروردی کا پورا نام عبدالحمید سہروردی ہے۔ ان کی اولین نظم ماہنامہ 'تحریک' نئی دہلی میں 1970 میں شائع ہوئی تھی۔ انھوں نے اورنگ آباد دکن کے ایک مشاعرے میں اپنی نظم 'یا مصطفیٰ' اس انداز میں سنائی تھی کہ قد آور شاعر سکندر علی وجد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اور بڑھ کر گلے لگا لیا تھا۔ (انیس جاوید مرحوم) حمید سہروردی بھی اپنے افسانوں میں شدت سے داخلی حسیت کی طرف مراجعت کرتے ہیں اور اپنی نئی راہ نکالتے ہیں۔ (رؤف صادق، ممبئی)، حمید سہروردی اس لیے قابلِ قدر ہیں کہ انھوں نے اپنا راستہ خود بنایا کسی کی تقلید میں اپنے قلم کا رخ نہیں موڑا (احسن امام احسن)، حمید سہروردی کے افسانوں سے گزرنے کا مطلب ایک رومانی کرب سے گزرنا ہے۔ خود آگہی ان کے زیادہ تر افسانوں کا محور ہے (شمویل احمد)۔ حمید سہروردی ایک نمائندہ افسانہ نگار اور نظم گو شاعر ہونے کے علاوہ ایک سنجیدہ نقاد کی حیثیت سے اپنی شناخت بنائے ہوئے ہیں۔ ان کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ 'بین السطور' جو 1998 میں شائع ہو چکا ہے۔ اس تنقیدی مجموعے کے مضامین اردو فکشن پر مشتمل ہیں جو مصنف کا خاص موضوع رہا ہے (ڈاکٹر عبدالباری، گلبرگہ)

'چراغِ نور' یادگیر کی یہ خاص اشاعت پروفیسر حمید سہروردی کی زندگی کے مختلف گوشوں اور ان کے ادبی کام کو نمایاں کرتی ہے۔ اس خصوصی اشاعت کے بعد 'چراغِ نور' بھی ایک قابلِ ذکر رسالے کی حیثیت سے سامنے آیا ہے۔ ڈاکٹر غضنفر اقبال بھی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ان کے تعاون کے بغیر 240 صفحات کی خصوصی اشاعت منظرِ عام پر نہ آتی۔ جن افراد نے قلمی تعاون کیا ہے، وہ بھی شکریے کے مستحق ہیں۔ رسالے سے متعلق رابطہ کے لیے موبائل نمبر 9110485590 یا پھر ای میل آئی ڈی mubeenahmedzakhm@gmail.com استعمال کر سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ 'چراغِ نور' کے نائب مدیر محمد کیف حیدری ہیں۔ ◆◆

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

نسخۂ حفیظ الدین احمد	اطہر فاروقی	1000/-
میں میر میر کر اس بہت پکار رہا	سرور الہدیٰ	500/-
1857 کی اَن کہی حیرت انگیز داستانی	شمس الاسلام	300/-
دیووں کا ظہور (الوک اگروال/ بینک اگروال) مترجم: سیّد وجاہت مظہر		500/-
غزل اور فنِ غزل	ڈاکٹر نریش	200/-
فرہنگِ تلفظ: ایک تحقیقی وتنقیدی مطالعہ	سیّد رضوان علی ندوی	
	رؤف پاریکھ	250/-
مشاہیرِ ادب کے خطوط رشید حسن خاں کے نام	ابراہیم افسر	600/-
منیب الرحمٰن کی ایک صدی	بیدار بخت/ انور احمد	400/-
اردو املا اور حروفِ تہجی: لسانیاتی تناظر	رؤف پاریکھ	300/-
رموزِ اوقاف: کب، کہاں اور کیوں؟	ڈاکٹر شمس بدایونی	300/-
غروبِ شہر کا وقت	اُسامہ صدیق	900/-
کچھ اُداس نظمیں	ہربنس مکھیا	300/-
میانِ من وتو (تحقیقی وتنقیدی مضامین)	پروفیسر شاہد کمال	500/-
میرا جنون اردو (خطبات ومضامین)	طاہر محمود	700/-
میر کی خودنوشت سوانح (نثار احمد فاروقی)	صدف فاطمہ	400/-
کلّیاتِ خطباتِ شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	400/-
آزادی کے بعد کی غزل کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر بشیر بدر	500/-
اداریے (مشفق خواجہ)	محمد صابر	500/-
انور عظیم کی ادبی کائنات	فیضان الحق	700/-
بچوں کا گلدستہ (پانچ جلدیں)	غلام حیدر	2400/-
تحقیق وتوازن	ڈاکٹر نریش	250/-
تحقیقی مباحث	رؤف پاریکھ	300/-
چند فکری وتاریخی عنوانات	پروفیسر حکیم سیّد ظل الرحمٰن	400/-
ریت سمادھی (گیتا نجلی شری)	ترجمہ: آفتاب احمد	900/-
حکمِ سفر دیا تھا کیوں	شانتی ویرکول	200/-
عہدِ وسطیٰ کی ہندستانی تاریخ کے چند اہم پہلو	اقتدار عالم خاں	350/-
قدرت کا بدلا (موسم کا بدلاؤ)	سیّد ضیاء حیدر	600/-
کتابیاتِ حالی	ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد	300/-
یہ تو عشق کا ہے معاملہ	ڈاکٹر ہلال فرید	300/-
جب دیوں کے سر اُٹھے	ڈاکٹر ہلال فرید	360/-
سیر المنازل (مرزا سنگین بیگ)	شریف حسین قاسمی	600/-
محرابِ تمنا	فطرت انصاری	200/-
مکتوباتِ مولوی عبدالحق بنام مشاہیر…	میر حسین علی امام، یاسمین سلطانہ فاروقی	700/-
لفظ (کلیاتِ زہرا نگاہ)	زہرا نگاہ	500/-
In This Live Desolation (Autobiography of Akhtarul Iman)	ترجمہ: بیدار بخت	500/-
سخنِ افتخار (کلیاتِ افتخار عارف)	افتخار عارف	1500/-
گواہی (شاعری)	گوہر رضا	500/-
میری زمین کی دھوپ (ہندی)	ونود کمار ترپاٹھی بشر	400/-
کھُلا دروازہ	ڈاکٹر نریش	250/-
ٹیپو سلطان کا خواب (گریش کرناڈ)	محبوب الرحمان فاروقی	300/-
اپنی دنیا آپ پیدا کر	غلام حیدر	900/-
وقائعِ بابر	ظہیر الدین محمد بابر	1000/-
In This Poem Explanateions of Many Modern Urdu Poem (میراجی)	بیدار بخت	600/-
میری زمین کی دھوپ	ونود کمار ترپاٹھی بشر	600/-
اُردو شاعرات اور نسائی شعور	ڈاکٹر فاطمہ حسن	330/-
مجھے اک بات کہنی ہے	شاہد کمال	400/-
انتخابِ غالب	امتیاز علی عرشی	600/-
باغِ گلِ سرخ	افتخار عارف	300/-

اُردو زبان کا کردار اور ہم اُردو والے

(بقیہ صفحہ 8 سے آگے)

جوڑنے کے لیے کام کیے۔ افسوس آج اردو کا حال بے حال ہے۔ ہر طرف مایوسی چھائی ہے۔ اردو کی پوسٹیں کم ہوتی جارہی ہیں۔ عدالتوں اورمحکمۂ پولیس سے بہت سے اردو الفاظ ہٹائے جاچکے ہیں۔ اردو دشمنی عروج پر ہے۔ کئی ریاستوں کے سربراہان اس کی پُرزور مخالفت کرتے رہے ہیں۔ اردو اداروں میں اردو برائے نام جاننے والوں کا تقرر ہورہا ہے۔ رضا لائبریری رامپور میں کئی سال سے انٹرویو ہورہا تھا اور ہر بار امیدوار کو منتخب نہیں کیا جاتا تھا جب کہ اردو کے کئی قابل امیدوار تھے، مگر غیر مسلم اردو والا ملتے ہی تقرر ہوگیا۔ اسی طرح کا معاملہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں بھی ہے۔ اردو کے اس حال کے لیے جہاں سرکاریں ذمے داری ہیں وہیں ہم اردو والے بھی ان سے زیادہ ذمے دار ہیں۔ ہم نے اس زبان کا استعمال ترک کردیا ہے۔ ہم اپنے بچوں کو اردو پڑھانا کسرِ شان سمجھتے ہیں۔ الیکشن میں اردو کا استعمال تقریباً ختم ہوگیا ہے۔ مسجدوں، قبرستانوں، مدرسوں اور درگاہوں کے نام ہندی میں ہوتے ہیں۔ گھروں، دکانوں کے بورڈ، وزیٹنگ کارڈ، لیٹر پیڈ، شادی کارڈ وغیرہ اب ہندی اور انگریزی میں شائع ہونے لگے ہیں۔ گھروں میں اردو اخبارات کی جگہ ہندی اور انگریزی اخبارات آتے ہیں۔ پہلی سے لے کر پی ایچ ڈی تک کے طالبِ علم کم ہوتے جارہے ہیں۔ اردو اکادمیوں میں برسوں کمیٹی اور چیئرمین کا تقرر نہیں ہوتا ہے۔ کوئی اردو والا آواز نہیں اٹھاتا۔ اردو اخبارات و رسائل کی تعداد میں بتدریج کمی آرہی ہے۔ اردو کے کسی فرد یا ادارے کو اس کی فکر نہیں جب کہ ہمارے یہاں بہت سے ادارے صوبائی اور قومی سطح کے ہیں۔ مشاعرے وغیرہ میں ہندی کلام لکھ کر لانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے۔ مشاعرے، پروگرام اور سمینار وغیرہ کے بینرز پر اردو نہیں ہوتی ہے یا برائے نام ہوتی ہے۔ وقت آگیا ہے کہ ہم اس زبان کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہوجائیں۔ تمام اردو والے سکنڈری سے پی ایچ ڈی تک کے اساتذہ، مدارس کے ذمے داران، اردو اخبار والے، مختلف اردو اداروں کے لوگ، اردو جاننے والے ایم ایل اے اور ایم پی حضرات ایک ساتھ مل کر اردو کے لیے ایک تحریک چلائیں۔ اس زبان کا تحفظ ہمارے تشخص، مذہب اور وقار سے جڑا ہے۔ زبان زندہ رہے گی تو ہمارا تشخص بھی برقرار رہے گا۔

پروفیسر اسلم جمشید پوری
شعبۂ اردو، چودھری چرن سنگھ یونی ورسٹی، میرٹھ
E-mail: aslamjamshedpuri@gmail.com

گوری موہتے نے اردو اسکولوں سے پڑھائی کر کے دسویں میں نمایاں کامیابی حاصل کی

(بقیہ صفحہ 4 سے آگے)

گوری کے چاچا وجے موہتے اصلاح البنات میں گذشتہ 11 برسوں سے مراٹھی پڑھا رہے ہیں۔ ڈیوٹی کے دوران یہاں کی طالبات سے متعلق اسکول انتظامیہ کی فکر کو دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوئے۔ تعلیم کے علاوہ طالبات کے یونیفارم اور مہذب طور طریقوں (سر پر اسکارف پہننا بھی شامل ہے) نے ان کے دل پر گہرے نقوش قائم کیے۔ لڑکیوں میں اساتذہ کی تعظیم اور اساتذہ میں لڑکیوں کے تحفظ کا خیال دیکھنے کے بعد انھیں لگا کہ لڑکیوں کے لیے یہ ایک محفوظ اسکول ہے، چناں چہ انھوں نے اپنے بڑے بھائی کرشنا موہتے کو ان کی بیٹی گوری کو اسی اسکول میں داخل کروانے کا مشورہ دیا۔ گوری جو اُس وقت مراٹھی اسکول میں دوسری کلاس میں تھی، اسے وہاں سے نکال کر مدرسہ اصلاح البنات گرلز ہائی اسکول میں داخلہ کروادیا گیا، تب سے وہ یہیں زیرِ تعلیم ہے اور اب ایس ایس سی میں اس نے 77.80 فیصد مارکس حاصل کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔

وجے موہتے نے 'انقلاب' کو بتایا کہ طالبات کے لیے مدرسہ اصلاح البنات بہت اچھا اور محفوظ اسکول ہے۔ اردو میڈیم اور مسلم ماحول ہونے سے شروع میں گوری کو کچھ جھجک محسوس ہوئی لیکن اساتذہ اور انتظامیہ نے گوری کا بہت خیال رکھا۔ دیگر طالبات کے مقابلے اس کے ساتھ زیادہ پیار و محبت کا سلوک کیا جس سے اس کی خود اعتمادی میں اضافہ ہوا اور وقت کے ساتھ وہ یہاں ایڈجسٹ ہوتی گئی۔ اردو کی وجہ سے وہ لوگوں سے بڑی شائستگی سے گفتگو کرتی ہے۔ اسے اردو پڑھنا، لکھنا اور بولنا آگیا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ پڑھائی کے ساتھ ثقافتی پروگراموں میں بھی وہ پیش پیش رہتی ہے۔ اعظم کیمپس پونے میں ہونے والے ریاستی سطح کے تقریری مقابلے میں ایک بار اول اور ایک مرتبہ دوم انعام حاصل کر چکی ہے۔ اس کے علاوہ متعدد مقابلوں میں اپنی صلاحیت منوا چکی ہے۔

ایس ایس سی میں اپنی کامیابی کو خود گوری اپنے اساتذہ کی محنت کا صلہ بتاتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ سب میرے اساتذہ کی مرہونِ منت ہے۔ ان کا میں جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے۔ سب سے بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ اس اسکول میں مجھے کبھی غیر مسلم ہونے کا احساس نہیں ہوا۔ یہاں کی پرنسپل، ٹیچر اور ساتھی طالبات نے ہمیشہ مجھے اپنا سمجھا۔ میں یہاں کی تعلیم و تربیت سے بہت خوش اور مطمئن ہوں۔ وہ کہتی ہیں کہ آگے کی تعلیم بھی یہاں کے جونیر کالج سے حاصل کروں گا۔ سائنس میں داخلہ لینے کا ارادہ ہے۔ کلکٹر بننے کی خواہش ہے، جس دن کلکٹر بنوں گی ان شاء اللہ زیادہ مضبوطی اور فخر سے کہوں گی کہ میں نے اردو میڈیم سے پڑھائی کر کے کلکٹر بننے کا سفر طے کیا ہے۔ گوری کے والد کرشنا موہتے نے کہا کہ میرے چھوٹے بھائی نے میری بیٹی کو اردو میڈیم سے پڑھا کر بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہم اس اسکول کی پڑھائی، یہاں کے طور طریقوں اور اساتذہ سے پوری طرح مطمئن ہیں۔ (انقلاب۔ممبئی)

اردو ہندی ڈکشنری
انجمن ترقی اردو (ہند)
قیمت: 300 روپے

اسٹینڈرڈ انگلش اُردو ڈکشنری
مولوی عبدالحق
قیمت: 500 روپے

ادب میں بھی مصنوعی ذہانت کی اہمیت...

(بقیہ صفحہ 5 سے آگے)

اس سے قبل پروگرام کا آغاز سعید احمد سہارنپوری نے تلاوتِ کلام پاک سے کیا۔ پروگرام کی سرپرستی پروفیسر اسلم جمشید پوری اور صدارت کے فرائض معروف ادیب و ناقد پروفیسر صغیر افراہیم نے انجام دیے۔ مہمانِ خصوصی کے طور پر پروفیسر سبھاش تلہڑی (صدر شعبۂ ماس کمیونی کیشن، سبھارتی یونی ورسٹی، میرٹھ) نے شرکت کی اور خصوصی مقررین کے بطور راجیش بھارتی (ڈائرکٹر آماتیہ گروپ آئی اے ایس کوچنگ، میرٹھ) اور ڈاکٹر ودیا ساگر (شعبۂ ہندی، چودھری چرن سنگھ یونی ورسٹی، میرٹھ) نے آن لائن شرکت کی۔ پروگرام میں لکھنؤ سے ایوسا کی صدر پروفیسر ریشما پروین موجود رہیں۔ استقبالیہ کلمات فرحت اختر، مہمانوں کا تعارف ڈاکٹر آصف علی اور نظامت و شکریے کے فرائض ڈاکٹر الکا وششٹھ نے انجام دیے۔

اس موقعے پر موضوع کا تعارف پیش کرتے ہوئے پروفیسر اسلم جمشید پوری نے کہا کہ آج کا موضوع 'ادب میں مصنوعی ذہانت کی اہمیت' عہدِ حاضر میں نہایت اہمیت کا حامل ہے اور اس موضوع کے انتخاب کا مقصد بھی ہمارا یہی ہے کہ ہمارے طالبِ علم اور ریسرچ اسکالر ماہرین کے ذریعے اس طرح کے موضوعات کے بارے میں تفصیل سے جانیں اور دورِ حاضر کی تکنیک اور ٹیکنالوجی سے بھرپور فیض یاب ہوں، ساتھ ہی ان کے مضر اثرات سے بھی واقف ہوں۔ پروگرام سے جڑنے کے لیے اپنے تمام مہمانان کا استقبال کرتا ہوں اور ساتھ ہی ان کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں۔

پروگرام میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ہندی کے معروف ناقد ڈاکٹر ودیا ساگر نے کہا کہ آج ادب میں مصنوعی ذہانت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ انسانی زندگی سے گہرے طور پر جڑ چکی ہے۔ آج یہ بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ بیسویں صدی کے آخری عشرے سے شروع یہ سفر اکیسویں صدی میں اپنا مقام حاصل کرلے گا۔ پہلی مرتبہ کسی مشین نے عالمی سطح کے سب سے معروف شطرنج کھلاڑی گیری کاسپرو کو شکست دی تھی۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس سے ظاہر ہوا کہ کئی بار مشینی انٹیلی جینس انسانی عقل سے آگے نکل جاتی ہے۔ اسی طرح زبان کے تعلق سے بھی این ایل پی یعنی انٹیلی جینس لنگویج پروسیسنگ اور این ایل جی یعنی انٹیلی جینس لنگویج جنریشن نہایت اہمیت کے تکنیکی پہلو ہیں جن کے ذریعے سے اے آئی کام کرتا ہے جن میں چیٹ جی پی ٹی، انفارمیشن اے آئی وغیرہ اہمیت کے حامل ہیں۔ اس وجہ سے یہ بات بخوبی کہی جاسکتی ہے کہ مستقبل قریب میں یہ تکنیک نہایت اہمیت کی حامل ہوگی۔

راجیش بھارتی نے کہا کہ آرٹی فیشل انٹیلی جینس آج ہماری ضرورت بن گیا ہے۔ یہ تخلیقیت اور اخلاقیات کو متاثر کررہا ہے۔ اس بات میں کوئی دورائے نہیں کہ آج اس تکنیک کی ضرورت قدم قدم پر ہے۔

مہمانِ خصوصی پروفیسر سبھاش تلہڑی نے کہا کہ آرٹی فیشل انٹیلی جینس زندگی کے ہر پہلو سے جڑی ہوئی ہے۔ یہ نہ صرف تخلیقی میدان کے حوالے سے کارگر ہے بلکہ ترجمے کے لیے بھی نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ جو اس کا مثبت فائدہ نہیں اٹھا پاتے وہ آج کی مقابلہ جاتی زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ سکتے ہیں۔ پروفیسر ریشما پروین نے کہا کہ آج کا موضوع بہت ہی اہم ہے۔ میری معلومات میں اس موضوع کے تعلق سے بہت اضافہ ہوا ہے۔ پروفیسر سبھاش تلہڑی اور ڈاکٹر ودیا ساگر نے اس موضوع پر جو معلومات فراہم کی ہیں وہ لائقِ تحسین اور قابلِ داد ہیں۔ میں ایوسا کی پوری ٹیم کو اس خوب صورت پروگرام کے لیے مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ پروگرام سے ڈاکٹر شاداب علیم، ڈاکٹر ارشاد سیانوی، محمد شمشاد اور طلبہ و طالبات جڑے رہے۔

اُردو زبان کا کردار اور ہم اُردو والے

اسلم جمشیدپوری

اُردو ہندستان کی ایک بڑی زبان ہے۔ اس کی شیرینی اور نفاست کا کیا کہنا، اس کے بعض الفاظ، جملے اور اشعار تو اتنے اچھے اور تہذیب والے لگتے ہیں کہ دشمن بھی اسے بولنے اور پڑھنے کے لیے مجبور ہیں۔ مثلاً تشریف رکھیں، پہلے آپ، آپ کیا نوش فرمائیں گے؟ آپ کے مزاج کیسے ہیں؟ انقلاب زندہ باد، شہیدِ اعظم، آفریں، مقدس رشتے، بے نظیر، لاجواب، ایوانِ بالا، تہ و بالا، خونی رشتے، تعلقات، مخالفت، جذبات، رجحان، تحریک، کوشش، جدوجہد، شکوہ، بیع نامہ، فوج، رسالہ، پانی، شادی، کتاب، ناخن، خون، سبزی، خبر وغیرہ ایسے سیکڑوں الفاظ ہیں جن سے آپ دامن نہیں بچا سکتے۔ کچھ زبان زد اشعار دیکھیں:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

———

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

———

وہ دور بھی دیکھا ہے تاریخ کی نظروں نے
لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی

———

تو اِدھر اُدھر کی نہ بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
تری رہبری کا سوال ہے ہمیں راہزن سے غرض نہیں

———

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

تم آسماں کی بلندی سے جلد لوٹ آنا
ہمیں زمیں کے مسائل پہ بات کرنی ہے

اردو کے درج بالا اشعار کے علاوہ سیکڑوں ایسے اشعار ہیں جن کا اردو دشمن بھی استعمال کرتے ہیں۔ ابتدا سے ہی اردو زبان کا سیکولر مزاج رہا ہے۔ اس زبان کی تخلیقات کا سرسری مطالعہ بھی سیکولرزم کو بڑھاوا دیتا نظر آئے گا۔ اس زبان کو مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی، پادری؛ غرض بہت سے مذاہب کے لوگ لکھتے پڑھتے اور بولتے نظر آتے ہیں۔ اردو کی ہر صنف میں غیر مسلم اُدبا اور شعرا کی کمی نہیں۔

> 1980 کے بعد اردو کے لیے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اب پنجابی نوجوان یا ہندو نئی نسل اردو سے نہ صرف دور ہوتی گئی بلکہ اسے منصوبہ بند طریقے سے اردو سے نفرت سکھائی گئی۔ ہندستان کی اس زبان کے لیے جگہ تنگ ہوتی گئی۔ اب یہ زبان بہت سی ریاستوں میں دوسرے درجے کی ہوگئی۔ یونی ورسٹیوں اور کالجوں کے شعبہ ہاے اردو کی تعداد بتدریج کم ہوتی گئی۔ یوپی سے اردو کو روزی روٹی سے جوڑنے کی بجائے اسے مدرسوں اور ملاّؤں کی زبان کہا گیا، جب کہ ہیم وتی نندن بہوگنا اور ملائم سنگھ نے اردو کو روزی روٹی سے جوڑنے کے لیے کام کیے۔ افسوس آج اردو کا حال بے حال ہے۔ ہر طرف مایوسی چھائی ہے۔ اردو کی پوسٹیں کم ہوتی جا رہی ہیں۔ عدالتوں اور محکمۂ پولیس سے بہت سے اردو الفاظ ہٹائے جا چکے ہیں۔ اردو دشمنی عروج پر ہے۔ کئی ریاستوں کے سربراہان اس کی پُرزور مخالفت کرتے رہے ہیں۔ اردو اداروں میں اردو براے نام جاننے والوں کا تقرر ہو رہا ہے۔

آزادی کی جدوجہد میں بھی اردو زبان نے بے نظیر کردار ادا کیا ہے۔ اردو صحافت کی ہی بات کی جائے تو بے شمار اردو اخبارات نے ہندستانی شہریوں کو بیدار کیا، آزادی اور غلامی کے تصور کو عام کیا۔

انگریزوں کے خلاف ماحول بنانے اور جیل جانے میں اردو صحافی کسی بھی زبان کے صحافی سے پیچھے نہیں۔ متعدد اخبارات کو انگریزوں نے ضبط کرلیا، بند کردیے گئے، جرمانہ لگایا گیا۔ دہلی، پیامِ دہلی، اردو گائیڈ، پنجاب، قومی اخبار، زمیندار، الہلال، کامریڈ، البلاغ، ہمدرد اور مدینہ جیسے سیکڑوں اخبارات نے تحریکِ آزادی کے لیے ہر طرح کی قربانی پیش کی۔ بالآخر 1947 میں ہمارا ملک آزاد ہوا۔

تحریکِ آزادی میں اردو شعرا کے بہت سے اشعار مجاہدین کے دلوں کو گرماتے اور جوش بھرتے نظر آتے ہیں۔ ان اشعار اور بعض اردو نعروں نے تحریکِ آزادی میں اہم کردار ادا کیا۔ 'انقلاب زندہ باد'، 'تم مجھے خون دو میں تمھیں آزادی دوں گا'، 'جے ہند' جیسے نعروں نے عوام میں جوش بھرنے کا کام کیا۔ ایسے اشعار جنھوں نے مجاہدین کے لیے جنون کا کام کیا:

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوے قاتل میں ہے

———

غازیوں میں بو رہے گی جب تلک ایمان کی
تختِ لندن تک چلے گی تیغ ہندوستان کی

———

دل سے نکلے گی نہ مر کر بھی وطن کی الفت
میری مٹی سے بھی خوشبوے وفا آئے گی

———

لہو وطن کے شہیدوں کا رنگ لایا ہے
اچھل رہا ہے زمانے میں نامِ آزادی

———

وطن کی ریت ذرا ایڑیاں رگڑنے دے
مجھے یقیں ہے پانی یہیں سے نکلے گا

یہ اور ان جیسے بہت سے اشعار، نظمیں اور گیت ہیں جو جنگِ آزادی کی جدوجہد میں بڑی شدومد کے ساتھ اثر انداز ہوئے ہیں۔ جب جب ملک پر کوئی بھی بیرونی آفت آئی ہے، اردو نے اس کو دور کرنے کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ ملک کو آزادی مل گئی اور ملک دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ پاکستان بننے کے بعد جب وہاں اردو کو اپنا لیا گیا تو ہندستان کے سامنے ہندی کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں تھی جسے ملکی سطح پر اپنایا جا سکے، جب کہ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندستان میں اردو کے چاہنے والے مسلمانوں کے علاوہ پنجابی اور ہندو بھی تھے مگر پھر بھی اس ملک میں اردو سے نفرت کا دور شروع ہوا اور اردو کی تعلیم آہستہ آہستہ اسکولوں میں کم ہوتی گئی۔

1980 کے بعد اردو کے لیے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اب پنجابی نوجوان یا ہندو نئی نسل اردو سے نہ صرف دور ہوتی گئی بلکہ اسے منصوبہ بند طریقے سے اردو سے نفرت سکھائی گئی۔ ہندستان کی اس زبان کے لیے جگہ تنگ ہوتی گئی۔ اب یہ زبان بہت سی ریاستوں میں دوسرے درجے کی ہوگئی۔ یونی ورسٹیوں اور کالجوں کے شعبہ ہاے اردو کی تعداد بتدریج کم ہوتی گئی۔ یوپی سے اردو کو روزی روٹی سے جوڑنے کی بجائے اسے مدرسوں اور ملاّؤں کی زبان کہا گیا، جب کہ ہیم وتی نندن بہوگنا اور ملائم سنگھ نے اردو کو روزی روٹی سے ...(بقیہ صفحہ 7 پر)

مدیر : اطہر فاروقی
Editor : Ather Farouqui
شریکِ مدیر: محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : جاوید پریس، 2096، رودگراں، لال کنواں، دہلی-٦
مالک : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی-110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)
Urdu Ghar, 212-Rouse Avenue,
New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ: پانچ روپے، سالانہ: 200 روپے
بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر
Subscription: (Per Issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org,
Phones: 0091-11-23237722

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

Printed and Published by ***Abdul Bari*** on behalf of Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar, 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002 and Printed at Javed Press, 2096, Rodgran, Lal Kuan, Delhi-110006, Editor: ***Dr Ather Farouqui***